درحقیقت حضرت یوسفؑ کے دروازے سے بڑا کھلا ہوا دروازہ تھا [illegible]
جہاں ان کی فریادرسی ہوتی۔ اگر اس بات کو فرض کر لیا جائے کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی کسی مجبوری کی بنا پر بادشاہ کے دربار تک بہ آسانی رسائی حاصل نہ کر سکتے ہوں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بادشاہ کے کسی ملازم یا درباری نے حضرت یوسفؑ کی شکایت اس تک کیوں نہیں پہنچائی کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو بغیر قیمت کے غلہ عنایت فرما دیا اور ایک شخص کو بہانے سے چوری کا الزام لگا کر اپنے پاس روک لیا ہے۔ چنانچہ اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت یوسفؑ درحقیقت مصر کے بادشاہ تھے اور پیالہ کے لئے جو "صواع الملک" آیا ہے، تو لفظ ملک حضرت یوسفؑ کے لئے ہی آیا ہے چونکہ ان کے بھائیوں نے انہیں "یا ایہا العزیز" کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اس سے میری بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ لفظ عزیز مصر کے بادشاہ کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔ کسی عہدیدار یا وزیر کے لئے نہیں۔

جب دوبارہ حضرت یوسفؑ کے بھائی اپنے چھوٹے بھائی کی جستجو میں آئے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے کو ان پر ظاہر کر دیا اور اپنے خاندان کے تمام افراد کو مصر میں اپنے پاس بلوایا چنانچہ جب ان کے خاندان کے تمام لوگ ان کے دربار میں پہونچے تو ان کے رتبے کی بلندی سے مرعوب ہو کر ان سب نے سجدہ تکریمی ادا کیا جو اس زمانے میں صرف بادشاہوں کے لئے مخصوص تھا
الغرض ان تمام متذکرہ بالا حقائق و واقعات کی روشنی میں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ لفظ "عزیز" ملک مصر کے بادشاہ کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حوالہ جات

لہ :- سورۂ اعراف آیات نمبر ۱۱۳، ۱۰۹، ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۴۱،

ـ سورہ یوسف آیت ۴۳
ـ القرآن الکریم از عبداللہ یوسف علی جلد اول ص ۵۰۴
ـ سفر تکوین، باب ۴۱، آیت ۱ سے ۸ تک
ـ سفر تکوین، باب ۲۹، آیت ۱
ـ تنویر المقباس از عبداللہ بن عباس، الطبعة الاولیٰ بالمطبعة الازہریة مصریہ ۱۳۱۶ھ
ـ تفسیر ابن کثیر طابع و ناشر نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب کراچی جلد دوم ص ۳
ـ تفسیر ماجدی از عبدالماجد دریابادی تجال پرنٹنگ پریس دہلی ص ۵۰۲
ـ ترجمہ فارسی قرآن مجید با تفسیر کشف الحقائق ص ۴۹
ـ "تدبر قرآن" از امین احسن اصلاحی مطبوعہ تاج پرنٹرس نجف گڑھ ۱۹۸۹ء جلد چہارم ص ۲۰۸
ـ یوسف زلیخای فردوسی مطبوعہ از دارالطباعہ خاصہ مدرسہ مبارکہ دارالفنون ص ۸۲
ـ یوسف و زلیخای جامی، در مطبع خاص منشی نولکشور طبع شد، ص ۹۵
ـ سورت یوسف آیت ۲۱
ـ سورت یوسف آیت ۲۴
ـ سورت یوسف آیت ۲۵
ـ سورت یوسف آیت ۳۰
ـ سورت یوسف آیت ۳۲
ـ سورت یوسف آیت ۴۱
ـ سورت یوسف آیت ۴۳
ـ سورت یوسف آیت ۵۶
ـ سورت یوسف آیت ۷۲
ـ سورت یوسف آیات ۸۷ و ۸۸

ختم شد

محمود گامی

محمد سعید اسعد، ایم اے، اردو، شعبہ کشمیریات جامعہ پنجاب لاہور

محمود گامی کا شمار کشمیری زبان کے صفِ اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی، تاہم کشمیری زبان و ادب کے مشہور محقق ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری نے اپنی تصنیف "کشمیری زبان و ادب کی مختصر تاریخ" میں محمود گامی کی تاریخ ولادت ۱۷۶۵ء لکھی ہے[1]

ڈاکٹر بخاری اپنی ایک اور تصنیف "کاشر شاعری" میں عبدالاحد آزاد کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"محمود گامی ملّا خاندان سے تھے۔ وہ علاقہ شاہ آباد تحصیل اسلام آباد میں قصبہ ڈورو سے ایک میل کے فاصلے پر "آڑ دیہ" نام کے گاؤں میں سکونت کرتے تھے"[2]

محمود گامی نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ محمود نے سعدی، حافظ، رومی

---

[1] ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری، "کشمیری زبان و ادب کی مختصر تاریخ" مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۹ء ص ۵۸

[2] ڈاکٹر محمد یوسف بخاری "کاشر شاعری" کاشر کلچرل اکیڈمی لاہور ۱۹۸۷ء ص ۳۶

اور محمود گامی نے جامی کا اچھی طرح مطالعہ کیا وہ جامی کی عظمت کو اپنے درج ذیل شعر میں تسلیم کرتے ہیں۔

ہزاران آفرین بر جان جامی		غلام در گہش محمود گامی (گامی)[۱]

عبدالاحد آزاد اپنی تصنیف "کشمیری زبان اور شاعری" میں لکھتے ہیں۔

"محمود گامی کا ایک لڑکا حیدر گامی اور دوسرا شاہ سلطان تھا جو کہ محمود گامی کے دورِ حیات میں ہی وفات پاگیا۔ محمود نے اس کی وفات پہ ایک نظم لکھی جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

شاہ سلطانو لگیو		شیرین و بانو لگیوس[۱] (گامی)

ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری اپنی تصنیف "کشمیری زبان و ادب کی مختصر تاریخ" میں لکھتے ہیں۔

"اوائلِ عمری میں محمود گامی کا ذریعہ معاش درس و تدریس رہا لیکن شہرت حاصل کرنے کے بعد یہ پیشہ چھوٹ گیا"[۲]

عربی اور فارسی کے اساتذۂ فن کا گہرا مطالعہ کرنے کے سبب محمود گامی کو عربی اور فارسی میں کامل دسترس حاصل تھی، درس و تدریس کا پیشہ چھوڑنے کے بعد پیری مریدی کی طرف مائل ہوئے، چنانچہ کافی شہرت و مقبولیت حاصل کی، عادات میں ملایانہ خشونت نہ تھی، بلکہ ایک گونہ البیلا پن تھا کہتے ہیں کہ ہر قسم کی محفلوں میں شریک ہوتے تھے، قوالوں کی باقاعدہ پارٹی رکھی ہوئی تھی اور خود بھی ان کے ساتھ شوق فرماتے تھے۔

۱۔ عبدالاحد آزاد "کشمیری زبان اور شاعری، جموں و کشمیر کلچرل اکیڈمی سری نگر ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۸۴ ج ۲

۲۔ ڈاکٹر یوسف بخاری "کشمیری زبان و ادب کی مختصر تاریخ" مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۹ء ص ۵۹۔

ڈاکٹر جی ، ایم ، ڈی صوفی کی تحقیق کے مطابق محمود گامی نے ۱۸۵۵ء میں نوے سال کی عمر میں وفات پائی اور آڈو در (محمود آباد) میں دفن ہوئے۔ سلہ ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری اپنی تصنیف "کاشر شاعری" میں لکھتے ہیں۔

"محمود گامی نے اپنی طویل عمر میں کشمیر میں تین حکومتوں کا انقلاب دیکھا۔ وہ پٹھانوں کے عہد حکومت میں پیدا ہوا، عہد خالصہ کا آغاز و انجام دیکھا اور وہ ڈوگرہ عہد میں معاہدہ امرتسر کے نو سال بعد وفات پا گیا، یہ دور کشمیر میں فارسی شاعری کے انحطاط کا زمانہ تھا، اس وقت تک فارسی شاعری سرزمین کشمیر میں حکومت کے سہارے حکمرانی کرتی رہی جب حکومت نے ساتھ چھوڑا تو اس کا چرچا بھی کم ہونے لگا۔" سلہ

ڈاکٹر بخاری مزید لکھتے ہیں۔

"محمود گامی وہ پہلا شخص ہے جس نے تمام شاعری کشمیری زبان ہی میں کی اور اس طرح مثال قائم کر کے اپنے ہم عصر شعراء میں امتیازی شان حاصل کی" سلہ

تصانیف :

عبدالاحد آزاد اپنی تصنیف "کشمیری زبان اور شاعری" میں محمود گامی کی درج ذیل تصانیف کا ذکر کرتے ہیں ۔

(۱) مثنوی یوسف زلیخا ، (۲) مثنوی لیلیٰ مجنوں ،
(۳) مثنوی شیریں خسرو ، (۴) مثنوی ہارون الرشید ،

سلہ: ڈاکٹر جی، ایم، ڈی، صوفی، "KASHIR" ج دوم مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ۱۹۴۹ء

سلہ: ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری، "کاشر شاعری" کاشر کلچرل اکیڈمی لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۳۵

سلہ: "ایضاً" ص ۱۳۵

(۵) قصہ محمود غزنوی (۶) قصہ شیخ صنعان
(۷) قصۂ شیخ منصور (۸) اہپار نامہ
(۹) یہلی نامہ (۱۰) ایک حکایت

اس کے علاوہ محمود گامی نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھیں، کلیات محمود گامی حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔" سلہ

شاعرانہ عظمت :-

محمود گامی کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف اس کے ہم عصر شعرا نے بھی کیا ہے "تاریخ ادبیات مغربی پاکستان" میں لکھا ہے ۔

" محمود گامی کا ہم عصر شاعر ولی اللہ متو جو مشہور کہانی "ہیمال" کا مصنف ہے محمود کی شان میں رطب اللسان ہے :

خصوصاً کاشرین منز مرد نامی چھ کم کیاہ این زمان محمود گامی
میہ کُورنم تمی سیٹھاہ شاہ آباد دلشاد سہ اوسوئی کاشرین منز مرد استاد
دِتھن بُورنم بہ شہد انگبینہ کنوی ازونم چھ تس ثانی لبے نہ

ترجمہ :- کشمیریوں میں ایک مرد محمود گامی نامی گزرا ہے،
اس نے شاہ آباد میں میرا دل خوش کیا۔
وہ کشمیری زبان کا استاد تھا،
اس نے میرے منہ کو شہد سے بھر دیا،
وہ ایک لاثانی شاعر تھا۔ سلہ

سلہ :- عبدالاحد آزاد "کشمیری زبان اور شاعری" مطبوعہ جموں و کشمیر کلچرل اکیڈمی سرینگر سنہ ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۸۵، ج ۲

سلہ :- تاریخ ادبیات مغربی پاکستان " ج ۱۴ صفحہ ۱۲۴

ڈاکٹر صابر آفاقی اپنی تصنیف "جلوہ کشمیر" میں لکھتے ہیں۔

"محمود گامی کشمیری زبان کا نظامی گنجوی کہلاتا ہے۔ گامی نے بے شمار قصے مثنوی کے قالب میں ڈھالے۔"[1]

ڈاکٹر یوسف بخاری لکھتے ہیں۔

"محمود گامی کشمیری شاعری میں بہت بڑا مقام رکھتے ہیں، آپ کے کلام میں بدرجۂ اتم موسیقی اور سوز وگداز موجود ہے، محمود گامی نے اس وقت شاعری کی جب فارسی شاعری اور زبان کا چرچا ملک میں ہرطرف موجود تھا۔ ایسے دور میں انہیں نہایت حقارت آمیز لہجے میں محمود گامی کہتے یعنی دیہاتی کہہ کر پکارا گیا۔"[2]

محمود کی شاعری :-

"ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری اپنی تصنیف کشمیری زبان وادب کی مختصر تاریخ" میں رقمطراز ہیں۔

"شتی کنٹھ، للہ دید اور شیخ العالم کے بعد محمود گامی کا نام اس لئے اہم ہے کہ انہوں نے اسلوک اور دوہوں سے نکل کر کے کشمیری شاعری کو آگے بڑھایا یعنی مثنوی کی صنف میں بھی انہوں نے اپنا زورِ قلم دکھایا، انہوں نے تراجم بھی کئے جس کی وجہ سے بے شمار الفاظ فارسی اور عربی زبان کے کشمیری زبان میں داخل ہو گئے، پرانے الفاظ کو جدت بخشی اور کچھ نئی ترکیبیں گھڑ لیں، وہ عوامی شاعر تھے اور ان کا کلام مستقبل کے شاعروں کی راہنمائی کرتا رہا، انہوں نے شاعری کو خوب ذخیرۂ الفاظ دیا، نئے خیالات دیئے نئی زندگی بخشی اور نئی راہوں پر گامزن کیا۔"[3]

---

[1]:- ڈاکٹر صابر آفاقی "جلوہ کشمیر" مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۸ء صفحہ ۲۴۳

[2]:- ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری کشمیری زبان وادب کی مختصر تاریخ" مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۹ء صفحہ ۵۸

[3]:- ایضاً صفحہ ۳۰

ڈاکٹر سید یوسف بخاری اپنی تصنیف "کاشر شاعری" میں لکھتے ہیں۔

"محمود کا سارا کلام کشمیری زبان میں ہے، فارسی میں نہایت کم ہے اس میں قصے کہانیاں، غزلیں، نعت و مناقب، مزاحیہ، نیچرل اور تاریخی نظمیں شامل ہیں، شیریں خسرو، لیلیٰ مجنوں، یوسف زلیخا ایک حکایت، قصہ شیخ صنعان، محمود غزنوی قصہ ہارون الرشید وغیرہ فارسی کتابیں سامنے رکھ کر لکھے گئے ہیں یہ اصل کتابوں کے آزاد ترجمے اور منظوم خلاصے ہیں ان کی اپنی اختراع کردہ کوئی داستان موجود نہیں ہے۔" ۱

سلیم خان گمی اپنی تصنیف "کشمیر ادب و ثقافت" میں محمود گامی کی شاعری پہ تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"محمود گامی حسن محبوب کی تحسین نہایت رسیلے اور میٹھے انداز میں کرتا ہے وہ جمالیات کا طالب علم ہے اور انسانوں کے لئے حسن پسندی اور عشق شعاری لازم ٹھہراتا ہے۔ اس کے کلام کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ وہ جو کچھ لکھتا ہے فارسی شاعری سے متاثر ہو کر لکھتا ہے۔ اس کی تشبیہیں اور استعارے تمام تر فارسی سے لئے گئے ہیں وہ فارسی آمیز کشمیری زبان استعمال کرتا ہے، تاہم وہ ایک مقبول شاعر ہے اور لوگ اس کے کلام کو بے حد پسند کرتے ہیں۔" ۲

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

چانی امارہ گوس بیتابو — مہتابو لول ہو اُم
چشمہ کیا چھے مست شرابو — خشمہ رستوئی نظراہ تراو
رخسار چھوئی کھولوں گلابو — سوکھر موکھراو کم دیدار
بتہ پیٹھ ملفو نقابو — مہتابو لول ہو اُم
یرم چھ دنیا نزان سہ خوابو — غم کاستم محمود سس

۱۔ ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری "کاشر شاعری" ص۱۳
۲۔ سلیم خان گمی "کشمیر ادب و ثقافت" یونیورسل بکس لاہور سنہ ۱۹۸۷ء ص۱۴۴

وچھ چھتہ کونتاہ کرعتس ترابو   مہتابو لول سوآم

ترجمہ:۔ میرے چاند صورت محبوب! میں تیری محبت میں بے قرار ہوں
تیری آنکھیں شراب کے پیالے ہیں، میری طرف نظرِ التفات تو کر۔
تیرا چہرا گلاب کا تازہ پھول ہے، مجھے اپنا فروزاں چہرہ تو دکھا۔
میرے محبوب میں تیری دیدار کا طالب ہوں،
مکھڑے سے نقاب اٹھا کر ذرا دیدار کو عام تو کر۔
یہ دنیا دم بھر کا میلہ ہے، محمود تیرے عشق میں دیوانہ ہو گیا ہے۔
اب ذرا شربت وصل پلا کر میرا غم دور کر، میری مدد فرما۔[1]

"تاریخ ادبیات معزبی پاکستان" میں محمود کی شاعری پہ یوں بحث کی گئی ہے "محمود گامی روایتی شاعری کا بانی ہے۔ وہ فقیر دوست انسان تھا، ارادت کیشوں کو رشد و ہدایت کی راہ بھی دکھاتا تھا، اسے شعرگوئی سے فطری مناسبت تھی اس کے کلام میں فقیر کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے، اہلِ کشمیر اسے کشمیری زبان کا نظامی گنجوی کہتے ہیں، ارنی مال اور حبہ خاتون عورتیں تھیں، انہوں نے اپنی شاعری میں نسوانی جذبات کی ترجمانی کی ہے تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے، لیکن محمود کو دیکھئے کس کامیابی کے ساتھ عورت کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔

کرہ یو منز جگرس جائے   میہ لو مائے مشان پانی
بدن میون عشقن کرلائے   تتھ منز وندہ تلتھو ے
دوہ دم سینہ کرمنہ وائے   میہ لو مائے مشانی جانی
یہ کم یارہ دپی راے   وتھ میون ملائے
فقیرس چتہ فقیر یائے   میہ لو مائے مشانی جانی

---

[1] سلیم خان گمی "کشمیر ادب و ثقافت" ص۸۸

مجھے ندر دیکھئے آ ئے   میہ چھم بوں تمنا
ارمان چانی کس و رلئے   میہ تومائے شان چانی

ترجمہ :- تیرے لئے میں اپنے جگر کی پنہائیاں مخصوص کرچکی ہوں۔
تیری محبت کو میں بھول نہیں سکتی۔
میرا بدن عشق کی جلتی ہوئی کڑاہی ہے۔
اسی میں تم نے میرا دل تل دیا ہے۔
میرا سینہ جل گیا ہے
پھر بھی میں نے اُف نہ کی۔
تیری محبت کو میں بھول نہیں سکتی۔
لو ٹگ ٹگ بینا دہ!
میرے دوست! یہ کس نے تم کو مجھ سے بدظن کر دیا،
کہ تو بالکل روٹھ گیا!
میں اسی طرح تیرے پیچھے چلوں گی،
جس طرح کہ جوگی کے پیچھے جوگن :
میں تیری محبت کو فراموش نہیں کر سکتی،
تیرے ارمان ابھی تک میرے دل میں ہیں۔
میں تیری محبت کبھی بھول نہیں سکتی : [۱]

محمود گامی بحیثیت غزل گو :-

محمود گامی کو کشمیری شاعری میں بحیثیت غزل گو شاعر نمایاں مقام حاصل ہے۔ محمود گامی نے غزل گوئی میں کچھ نئی روایات کو جنم دیا۔ مثلاً اُن کی غزلیں دو حصوں

---

[۱] تاریخ ادبیات مغربی پاکستان ۱۹۷۰ء صـ۱۷۱

یہ منقسم ہیں صوفیانہ اور عاشقانہ، محمود کا عاشقانہ کلام صوفیانہ کلام کی نسبت زیادہ ہے۔

عاشقانہ غزل :-

محمود کی غزل میں عاشقانہ خیالات جا بجا ملتے ہیں۔ غزل چونکہ معاملات مہر و محبت اور واردات عشق و عاشقی کی داستان ہے اس راہ کے مسافر کو قدم قدم پر ہجر و فراق کی تلخیاں سہنا پڑتی ہیں، کتنی ہی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں، جی جی کے مرنا اور مر مر کے جینا پڑتا ہے، محمود کی غزل میں سوز و گداز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اس میں کسی حد تک موسیقی اور نغمگیت بھی پائی جاتی ہے چونکہ محمود کی طبیعت میں موسیقیت کا عنصر غالب تھا اور انہوں نے اسی لئے باقاعدہ ایک پارٹی رکھی ہوئی تھی، اگر محمود کی غزل میں واردات عشق و عاشقی کا نمونہ بھی ملتا ہے، لیکن وہ اپنے محبوب کا نقشہ واضح طور پر پیش نہیں کر سکے وہ اگرچہ محبوب کے ہجر میں بڑے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، اسے بلاتے ہیں، پکارتے ہیں اور اسے محبت جتاتے ہیں، ان کے عاشقانہ کلام میں گہرائی بہت کم پائی جاتی ہے۔

صوفیانہ غزل :-

تصوف کو برائے شعر گفتن خوب است کہا گیا ہے۔ فارسی کے اثرات کے تحت اسے کشمیری غزل میں بھی بطور موضوع اہمیت حاصل رہی ہے، اکثر شاعروں نے اپنی بساط کے مطابق تصوف کے مختلف مسائل پر اظہار خیال کیا ہے، محمود گامی کے یہاں بھی صوفیانہ خیالات ملتے ہیں لیکن ان میں صداقت کہاں نہیں کہ وہ محمود کو کشمیری غزل میں صوفیانہ شاعری کا کریڈٹ دے سکیں۔

ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری اپنی تصنیف "کاشر شاعری" میں محمود کی صوفیانہ غزل پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

• محمود کی سوہنہ فن میں کوئی خاص داخلی اور جذباتی خوبی نہیں ہے۔ معروف
... مداحوں نے یہاں کئے گئے ہیں، عزّ اور اس کو زبان میں بھی کوئی ندرت اور
... ہے جس کے انھوں نے بیان کئے ہیں، لیکن کہنے کا انداز شاعرانہ
نہیں ہے۔ [1]

ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری لکھتے ہیں۔

• محمود کا فلسفہ تصوف یا دبستانِ تصوف وہی تھا جو سوچ کر ان کا تھا
... دیتے ہیں کہ محمود بھی ہر شاعر فلسفہ ہمہ اوست کا قائل نظر آتا ہے۔

کلام ملاحظہ ہو:

کسک معنی پریشِ ہام قھابس   رو پیم دل گنڈ قلابس سختی
دزہ دزہ ستی چھوڑہ اتھ کبابس   رندہ چھک زندہ کتہ آلبس ستی

ترجمہ:- موت اور حیات کے فلسفہ پر میں نے جب تحقیق کی اور عارفوں کے اقوال پڑھے تو پتہ چلا یہ نازک مسئلہ ہے۔ جس طرح کباب کو ذائقہ دار بنانے کے لئے دھیمی آنچ پہنچائی جاتی ہے اسی طرح اللہ کی پہچان کے انسان اپنی خواہشات ... کو جلانے کے لئے اپنے دل کو انگاروں پر رکھنے سے ہی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ معرفت کی شراب پینے والو، تم جانتے ہی ہو تمہاری زندگی کا دار و مدار رضا و تسلیم ہے [2]

محمود گامی کے گیت:-

محمود گامی کی شاعری میں گیتوں کا وافر حصہ موجود ہے جو کشمیر میں زبان زد خاص و عام ہیں۔

---

[1] ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری، کاشر شاعری، صفحہ ۱۴۲
[2] ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری، کشمیری زبان و ادب کی مختصر تاریخ، صفحہ ۹۱

ڈاکٹر یوسف بخاری لکھتے ہیں
• محمود کے کشمیری بحروں میں لکھے ہوئے گیتوں میں درد، سوز و گداز، چاشنی اور سلاست و روانی کی اچھی مثالیں ملتی ہیں۔ انہیں کشمیری بحروں پر گیت لکھنے میں اتنی دسترس ہے کہ ان سے واقعہ نگاری کا کام لیتے ہیں اور تغزل میں فرق نہیں آتا۔ مثنوی "لیلیٰ مجنوں" میں قیس کی برات کے لیلیٰ کے گھر روانہ ہونے کے موقع پر عورتوں کی زبان سے ایک گیت لکھا ہے ملاحظہ ہو۔

برونٹھ برونٹھ شہزادہ پتہ پتہ مولی　　　جامن رنگ داڈ لہد لویے
تا پہ دانہ ہست چھس بانہ وودہ موادی
سونہ سند گوند تہ گرٹنگ گو لویے　　　زین چھس شوبان سو لویے
پکہ نس تہند سس جان کیاہ ڈ و لویے

ترجمہ:۔ آگے آگے شہزادہ ہے اور پیچھے پیچھے اس کا باپ دولہا کے لباس کا رنگ شوخ ہے۔ رضائی باپ مچھر کے لئے بھرے ہے تا یا سونے کا ہے اور گھوڑے کا رنگ کالا ہے۔ زین شوخ ریشم کی مانند ہے۔ گھوڑے کی چال کتنی خوبصورت ہے۔ ؎

محمود کی مثنویاں:۔

محمود گامی ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے کلام میں ہر رنگ موجود ہے۔ آپ کو اصناف شاعری میں مثنوی نگاری کا بانی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ آپ نے کوئی طبع زاد مثنوی نہ لکھی لیکن پھر بھی چند فارسی مثنویوں کو کشمیری قالب میں ڈھال کر ایک مستقل صنف کیلئے راہیں ہموار کیں۔
ڈاکٹر بخاری لکھتے ہیں۔
"محمود کی غزل بہت بلند ہے۔ لیکن ان کو خصوصی مرتبہ مثنوی نگار کی حیثیت سے حاصل ہے۔"

؎:۔ ڈاکٹر یوسف بخاری "کاشر شاعری" ص ۱۳۲